10 مئی 1963

ازعدالت عظمیٰ

کرپال سنگھ

بنام

اسٹیٹ آف یو۔ پی

(بی پی سنہا سی جے، جے سی شاہ اور این راجگو پالا آیانگر جسٹسز)

فوجداری قانون—تعزیری کارروائی—مجسٹریٹ کے اختیارات اور فرائض—جرم کے اصل ارتکاب کے تمام گواہوں کی جانچ پڑتال کی خواہش—ضابطہ فوجداری، 1898(1898 کا ایکٹ5)، جیسا کہ 1955 کے ایکٹ 26 کے دفعات173، 207 اے(4) کے ذریعے ترمیم کی گئی ہے۔

اپیل کنندہ کو سیشن جج نے کے کے قتل کے جرم میں مجرم قرار دیا اور موت کی سزا سنائی، اور ہائی کورٹ نے سزا اور سزا کی تصدیق کی۔ارتکاب کی کارروائی سے انکشاف ہوا کہ مجسٹریٹ نے گواہوں کے شادت کو جرم کے اصل ارتکاب کے لیے ریکارڈ کیے بغیر ملزم کو کورٹ آف سیشن کے حوالے کر دیا۔

فیصلہ کیا گیا کہ ضابطہ فوجداری، 1898 کی دفعہ 207اے کے تحت، جیسا کہ 1955 کے ایکٹ 26 کے ذریعے ترمیم کی گئی ہے، ایک مجسٹریٹ کو گواہوں کے معائنے کے معاملے میں صوابدید دی گئی ہے جو پراسیکیوٹر کے ذریعے پیش نہیں کیے گئے تھے۔پراسیکیوٹر سے عام طور پر توقع کی جاتی ہے کہ وہ مجرم مجسٹریٹ کی عدالت میں جرم کے اصل ارتکاب کے تمام گواہوں سے پوچھ گچھ کرے، لیکن اگر مناسب وجوہات کے بغیر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو مجسٹریٹ جائز ہے اور قتل جیسے سنگین جرائم کے الزامات کی تحقیقات میں گواہوں کو بلانا فرض ہے جو استغاثہ کے مقدمے پر روشنی ڈالیں گے۔مجسٹریٹ گواہوں سے تفتیش کرنے میں ناکام رہتا ہے کیونکہ انہیں پیش نہیں کیا جاتا ہے، اس بات پر غور کیے بغیر کہ آیا ایسے گواہوں سے تفتیش کرنا انصاف کے مفاد میں ضروری نہیں ہے، وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہتا ہے۔

مجسٹریٹ کو ضابطہ اخلاق کی دفعہ 173 میں مذکور دستاویزات اور گواہوں کی گواہی، اگر کوئی ہو، پراسیکیوٹر کی طرف سے پیش کردہ اور جانچ پڑتال پر اپنا ذہن لگانا چاہیے، اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا انصاف کے مفاد میں دوسرے گواہوں کی شادت ریکارڈ کرنا ضروری ہے۔

مقدمے کی سماعت کے لیے کسی جرم کے ملزم شخص کا ارتکاب کرنے میں مجسٹریٹ کو ایک عدالتی کام انجام دینا ہوتا ہے جس کی حتمی مقدمے

کی سماعت میں اہم اہمیت ہوتی ہے، اور کارروائی کے لاپروہ یا بے اصول کو مسترد کیا جانا چاہیے۔

شری رام دیا رام بمقابلہ دی اسٹیٹ آف بمبئی، [1961] 2 ایس سی آر 890، زیر غور۔

فوجداری اپیل کا عدالتی حد اختیار 1963: کی فوجداری اپیل نمبر 54۔

1962 کی فوجداری اپیل نمبر 877 اور 1962 کی حوالہ شدہ نمبر 79 میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 13 ستمبر 1962 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

او پی رانا، اپیل کنندہ کے لیے۔

مدعا علیہ کی طرف سے جی سی ماتھر اور سی پی لال۔ 10 مئی 1963۔ عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

شاہ۔ جے — اپیل کنندہ کرپال سنگھ اور اس کے دو بھائیوں ارجن سنگھ اور سروان سنگھ پر 26 مارچ 1961 کی شام کو گاؤں شانتی نگر میں بندوق کی گولی سے زخمی ہونے والے ایک کرم سنگھ کی موت کا گانا گانے کے الزام میں سیشن جج، پلبھت نے مقدمہ چلایا۔ سیشن جج نے ارجن سنگھ اور سروان سنگھ کو بری کر دیا اور اپیل کنندہ کرپال سنگھ کو اس کے خلاف لگائے گئے جرم کا مجرم قرار دیا اور اسے ہائی کورٹ کی تصدیق کے ساتھ سزائے موت سنائی۔ الہ آباد کی ہائی کورٹ نے سزا اور سزا کے حکم کی تصدیق کی۔ خصوصی اجازت کے ساتھ کرپال سنگھ نے اس عدالت میں اپیل کی ہے۔

استغاثہ کا مقدمہ اس طرح تھا:

اپیل کنندہ اور اس کے سسر رکھا سنگھ مغربی پاکستان سے مہاجر تھے۔ حکومت کی طرف سے رکھا سنگھ اور اپیل کنندہ کو الاٹ کی گئی زرعی زمین کا ایک بلاک تقسیم کیا گیا تھا لیکن زمینوں کو تقسیم کرنے والی لکیر پر کوئی حد کے نشان نہیں لگائے گئے تھے۔ دسمبر 1960 میں ایک طرف رخا سنگھ اور دوسری طرف اپیل کنندہ اور اس کے بھائیوں کے درمیان زمین میں لگائے گئے گنے کی کٹائی کے بارے میں تنازعہ تھا۔ یہ تنازعہ ایک سردار اجیت سنگھ کی مداخلت پر طے پایا، اور رکھا سنگھ نے اپیل گزار اور اس کے بھائیوں کو سات سو مونڈ گنے دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ اپیل کنندہ اور اس کے بھائی 22 مارچ 1961 کو رکھا سنگھ کے گھر گئے اور شکایت کی کہ انہیں وعدے کے مطابق سات سو مونڈ میں سے چار سو مونڈ گنے نہیں دیے گئے۔ اس موقع پر رکھا سنگھ کے سب سے بڑے بیٹے کرم سنگھ اور اپیل کنندہ کے درمیان جھگڑا ہوا، سابق نے کہا کہ اپیل کنندہ اور اس کے بھائی بے ایمان افراد کی طرح برتاؤ کر رہے ہیں۔ رکھا سنگھ نے مداخلت کی اور اس موقع پر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ 26 مارچ 1961 کو شام 6 بجے کے قریب جب رکھا سنگھ اور ان کے دو بیٹے کرم سنگھ اور منجیت سنگھ اور ان کے پڑوسی سردار انوکھ سنگھ ایک جھاڑی والی جھونپڑی میں بیٹھے تھے، تو اپیل کنندہ بندوق سے لیس تھا، اور اس

کے دو بھائی لاٹھیوں سے لیس جھونپڑی کے قریب پہنچے، اور اپیل کنندہ نے کرم سنگھ کو چیخ کر جھونپڑی سے باہر آنے کو کہا۔ کرم سنگھ کے جھونپڑی سے نکلنے پر اپیل کنندہ نے اسے بتایا کہ چونکہ اس نے (کرم سنگھ) "گنے سے متعلق تنازعہ کو حل نہیں کیا ہے اس لیے وہ اسی وقت اپنا حساب طے کرلے گا"، اور کرم سنگھ کے سینے پر چوٹ لگنے کی وجہ سے گولی چلا دی جس کے نتیجے میں فوری طور پر موت واقع ہوئی۔ بندوق کی گولی کی اطلاع سن کر رکھا سنگھ، اس کا بیٹا منجیت سنگھ اور سردار انوکھ سنگھ جھاڑی والی جھونپڑی سے باہر آئے۔ منجیت سنگھ نے اپیل کنندہ اور اس کے بھائیوں کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کے بعد رکھا سنگھ پولیس اسٹیشن پورن پور گیا اور صبح 7-45 بجے پہلی اطلاع درج کرائی۔ اپیل کنندہ اور اس کے بھائیوں کے مقدمے کی سماعت میں کورٹ آف سیشن کے سامنے منجیت سنگھ، انوکھ سنگھ اور رکھا سنگھ سے ایسے افراد کے طور پر پوچھ گچھ کی گئی جو جائے وقوعہ پر موجود تھے اور کرم سنگھ پر حملے کے گواہ تھے۔ تاہم منجیت سنگھ اور انوکھ سنگھ نے استغاثہ کے مقدمے کی حمایت نہیں کی۔ انہوں نے بتایا کہ 26 مارچ 1961 کو تقریباً 8 یا 9 بجے جب وہ اپنے اپنے گھروں میں تھے تو انہوں نے گولیوں کی آوازیں سنیں اور باہر آنے پر کسی شخص سے معلوم ہوا کہ کرم سنگھ پر کسی سردار نے گولی چلائی تھی جس نے ماسک پہن رکھا تھا۔ تفتیش کے دوران پولیس کے سب انسپکٹر کے ذریعے درج کیے گئے بیانات کی روشنی میں پراسیکیوٹر نے گواہوں سے عدالت کی اجازت سے جرح کی لیکن انہوں نے یہ بیان دینے کی تردید کی کہ اپیل کنندہ اور اس کے دو بھائی واقعے کے دن شام 6 بجے شانتی نگر آئے تھے اور یہ کہ اپیل کنندہ نے کرم سنگھ کو گولی مار کر قتل کیا تھا۔ لیکن رکھا سنگھ نے استغاثہ کے مقدمے کی حمایت کی۔ انہوں نے گنے کے بارے میں تنازعہ اور 22 مارچ 1961 کو کرن سنگھ اور اپیل کنندہ کے درمیان جھگڑے کے بارے میں بھی بات کی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ 26 مارچ 1961 کو شام 6 بجے اپیل کنندہ اور اس کے دو بھائی اس کی جھونپڑی کے قریب آئے تھے، کہ اپیل کنندہ نے کرم سنگھ کو بلایا تھا اور یہ چیخنے کے بعد کہ چونکہ کرم سنگھ گنے کا معاملہ حل نہیں کر رہے تھے اس لیے انہوں نے "اس کا معاملہ طے کرنے جا رہے تھے" کرم سنگھ کو فوری طور پر گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ جرح میں اس نے کہا کہ جھونپڑی سے جس میں وہ بیٹھا تھا وہ حملہ آوروں کے چہرے نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن بندوق کی گولی کی اطلاع سن کر وہ جھونپڑی سے باہر آیا اور حملہ آوروں کو بھاگتے ہوئے دیکھا، اور یہ کہ وہ انہیں "ان کی چال اور آواز" سے پہچاننے کے قابل تھا۔

فاضل سیشن جج نے رکھا سنگھ کی گواہی کو قبول کرلیا اور جیسا کہ اس نے اپیل کنندہ کو مجرم قرار دیا، اسے کرم سنگھ کی موت کا سبب بننے کے جرم کا مجرم قرار دیا۔ تاہم انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ اپیل کنندہ کے دو بھائی ان کے خلاف لگائے گئے جرم کے مجرم ثابت نہیں ہوئے اور انہیں بری کر دیا۔ الہ آباد کی ہائی کورٹ نے کورٹ آف فرسٹ انسٹنس کے ذریعے درج کیے گئے نتائج سے اتفاق کیا اور اپیل کنندہ کے خلاف دی گئی سزائے موت کی تصدیق کی۔

عدالت کی پہلی سماعتی طرف سے ریکارڈ کیا گیا اور ہائی کورٹ کی طرف سے تصدیق شدہ نتیجہ شواہد کی تعریف پر مبنی ہے اور اس لیے قانون کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عام طور پر یہ عدالت فوجداری مقدمات میں اپیلوں میں شواہد کا جائزہ لینے کے لیے آگے نہیں بڑھتی ہے، جب تک کہ مقدمے کی سماعت کسی غیر قانونی یا طریقہ کار کی بے ضابطگی کی وجہ سے خراب نہ ہو جائے یا مقدمے کی سماعت قدرتی انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہو جس کے نتیجے میں غیر منصفانہ ٹرائل نہ ہو۔ اپیل کے تحت آنے والے فیصلے کے نتیجے میں انصاف کی سنگین خرابی ہوئی ہے۔ رکھا سنگھ نے بیان دیا کہ وہ اپیل کنندہ کو اس کی "آواز اور چال" سے پہچاننے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ رکھا سنگھ اپیل کنندہ کا سسر تھا، اور کرم سنگھ کی موت سے پہلے پچھلے کچھ دنوں میں وہ اکثر اپیل کنندہ کو دیکھتا تھا۔ اس واقعہ سے صرف چار دن پہلے کرم سنگھ اور اپیل کنندہ کے درمیان گنے کی فصل کی ترسیل کو لے کر جھگڑا ہوا تھا اور اپیل کنندہ اور اس کے بھائی رکھا

سنگھ کی مداخلت پر بہت ناراض ہو کر جائے وقوعہ سے ریٹائر ہو گئے تھے۔ یہ سچ ہے کہ کسی شخص کی آواز کی آواز سے اس کی شناخت کے ثبوت جب کہ پہچاننے والا شخص پہچانے جانے والے شخص سے واقف نہیں ہوتا ہے تو اس کی آواز کے لطیف تغیرات کا انحصار مجرمانہ مقدمے میں کسی حد تک خطرناک ہو سکتا ہے۔لیکن اپیل کنندہ رکھا سنگھ سے گہرا واقف تھا اور جرم کی تاریخ سے ایک پندرہ دن سے زیادہ عرصہ پہلے تک وہ گنے کی فصل کے تنازعہ کے سلسلے میں کئی مواقع پر اپیل کنندہ سے ملا تھا۔رکھا سنگھ نے اپیل کنندہ اور اس کے بھائیوں کو کرم سنگھ کو جھونپڑی سے باہر آنے کے لیے پکارتے ہوئے سنا تھا اور اس نے اپیل کنندہ کو بھی سنا تھا، گولا باری کے پیش نظر گنے کے تنازعہ کا حوالہ دیتے ہوئے امتحان میں، ان چیف رکھا سنگھ نے اس طرح بیان دیا کہ گویا اس نے اپیل کنندہ کی طرف سے اصل حملہ دیکھا تھا،لیکن جرح میں اس نے بتایا کہ اس نے کرم سنگھ کے حملہ آور کا چہرہ نہیں دیکھا۔تاہم اس نے زور دے کر کہا کہ وہ اپیل کنندہ اور اس کے دو بھائیوں کو ان کی چال اور آواز سے پہچاننے کے قابل تھا۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ راکھا سنگھ کے ذریعہ حملہ آور کی شناخت، اس نے جو کچھ سنا اور مشاہدہ کیا، اس سے اس قدر ناممکن تھا کہ ہم عدالت کی رائے سے متفق نہ ہوں جس نے گواہ کو دیکھا اور اس کی ساکھ اور اس کے بارے میں اپنی رائے قائم کی۔ہائی کورٹ جس نے اپیل کنندہ کے خلاف شواہد پر غور کیا اور گواہی قبول کر لی۔

منجیت سنگھ اور انوکھ سنگھ نے اپیل گزار کو یہ بیان دے کر بچانے کی کوشش کی ہے کہ حملہ تقریبا 9 بجے ہوا اور انہیں بتایا گیا کہ حملہ آور نے ماسک پہن رکھا ہے۔تحقیقات کے دوران درج کیے گئے ان کے بیانات عدالت میں ان کے شواہد کی بنیاد سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔یہ سچ ہے کہ پہلی اطلاع درج کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی تھی، جرم رخا سنگھ کے مطابق 26 مارچ 1961 کو شام 6 بجے ہوا اور پولیس اسٹیشن پران پور میں اطلاع 27 مارچ 1961 کو صبح 1 بجے درج کی گئی تھی۔پولیس اسٹیشن اور گاؤں شانتی نگر کا فاصلہ قریبی اور سیدھے رستے سے تقریبا 15 میل ہے لیکن پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم کے ذریعے پورن پور پولیس اسٹیشن تک پہنچنے کے لیے طویل چکر لگانا پڑتا ہے۔رکھا سنگھ کا کہنا ہے کہ تاخیر سے بچنے اور ایک پولیس افسر کی موجودگی کو محفوظ بنانے کے لیے اس نے سمپورنا نگر یونین سے ایک جیپ حاصل کی اور پولیس اسٹیشن کی طرف بڑھا اور اسی جیپ میں پولیس کے سب انسپکٹر کو شانتی نگر لایا۔حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نہیں سمجھتے کہ پہلی معلومات درج کرنے میں اتنی بڑی تاخیر ہوئی ہے جو ہمیں رکھا سنگھ کی کہانی کی سچائی پر شک کرنے کا جواز فراہم کرے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شانتی نگر کے قریب دو پولیس چوکیاں ہیں ایک تقریبا دو میل کے فاصلے پر اور دوسری پانچ میل کے فاصلے پر لیکن پولیس چوکیوں کے انچارج افسر کے پاس، یہ اپیل کنندہ کے وکیل کے ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے، پہلی معلومات ریکارڈ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔رکھا سنگھ نے قتل کے جرم کے بارے میں شکایت درج کروانا چاہا، اسے اپیل کنندہ اور اس کے بھائیوں کے ہاتھوں ہونے والے کسی بھی تشدد کا خدشہ نہیں تھا، اور اگر اس نے پولیس چوکیوں پر موجود افسر سے رابطہ نہیں کیا، جو اس کی شکایت درج نہیں کر سکا، تو اس کے خلاف کوئی غلطی نہیں پائی جا سکتی۔

کرم سنگھ کے پیٹ کے مواد کے پوسٹ مارٹم کے معائنے سے پتہ چلا کہ وہاں 8 اوز آدھا ہضم شدہ کھانا تھا اور اس سے اشارہ ملتا ہے کہ موت کرم سنگھ کے آخری کھانے کے تقریبا دو گھنٹے بعد ہوئی تھی۔اپیل کنندہ کے وکیل نے کہا کہ پیٹ کی حالت منجیت سنگھ اور انوکھ سنگھ کے بیان کی تائید کرتی ہے،لیکن رکھا سنگھ نے بیان دیا ہے کہ کرم سنگھ نے تقریبا 4 بجے چائے اور پکوڑے لیے تھے۔یہ معدے میں آدھی ہضم شدہ خوراک کی موجودگی کی وضاحت کرتا ہے۔استغاثہ کا مقدمہ بلا شبہ اس کی حمایت کے لیے ایک واحد گواہ کی گواہی پر منحصر ہے، جس نے حملہ آور کا چہرہ دیکھ کر اس کی شناخت کرنے کا دعوی نہیں کیا تھا۔لیکن ہمیں نہیں لگتا کہ یہ ایک ایسا حالات ہے جو ہمیں عام طور پر اس عدالت کے ذریعے اپنائے جانے والے اصول سے الگ ہونے کا جواز فراہم کرے گا۔جرم اس وقت کیا گیا جب دن کی کافی

روشنی تھی: حملہ آور رکھا سنگھ کو قریب سے جانتا تھا اور گواہ نے اپیل کنندہ کی آواز کو اس تنازعہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے سنا تھا جو اس کے اور اپیل کنندہ کے درمیان زیر التواء تھا۔ ہمیں نہیں لگتا کہ یہ صورتحال کہ رکھا سنگھ نے اپیل گزار کا چہرہ اس وقت نہیں دیکھا تھا جب مؤخر الذکر بھاگ رہا تھا، اس کی گواہی کو مسترد کرنے کی بنیاد ہے۔ لہذا اپیل کنندہ کی سزا کی تصدیق ہونی چاہیے۔ مقدمے کے حالات میں ٹرائل کورٹ کی طرف سے منظور کردہ سزا ہی واحد مناسب سزا ہے۔

مقدمہ چھوڑنے سے پہلے، ہم یہ مشاہدہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں مجرم مجسٹریٹ نے تمام گواہوں کے شادت کو جرم کے اصل ارتکاب کے لیے ریکارڈ کیے بغیر ملزم کو عدالت میں پیش کرنے میں غلطی کی ہے۔ ضابطہ فوجداری کے تحت جیسا کہ 1955 کے ایکٹ 26 کے ذریعے ترمیم کی گئی ہے، مجسٹریٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے افراد کے ثبوت، اگر کوئی ہوں، جو استغاثہ کے ذریعے مبینہ جرم کے اصل ارتکاب کے گواہ کے طور پر پیش کیے جائیں، اور اگر مجسٹریٹ کی رائے ہے کہ انصاف کے مفاد میں استغاثہ کے لیے کسی ایک یا زیادہ گواہوں کے شادت لینا ضروری ہے، تو وہ ایسا شادت بھی لے سکتا ہے: دفعہ 207اے(4)۔ مجسٹریٹ کے پاس قتل جیسے سنگین جرائم کے الزامات سے متعلق انکوائریوں میں ملزم کے مفاد میں طاقت اور درحقیقت ایک فرض کے ساتھ ساتھ عوام کے وسیع تر مفاد میں دوسرے گواہوں کے ثبوت ریکارڈ کرنا ہے جو کیس پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تحقیقات میں، اس طرح کے سنگین جرائم کے الزامات پر ارتکاب کے لیے، جرم کے اصل ارتکاب کے گواہوں کی جانچ عام اصول ہونا چاہیے۔ پراسیکیوٹر سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عام طور پر مجرم مجسٹریٹ کی عدالت میں جرم کے اصل ارتکاب کے تمام گواہوں سے پوچھ گچھ کرے: اگر مناسب وجوہات کے بغیر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو مجسٹریٹ جائز ہے اور سنگین جرائم کے الزامات کی تحقیقات میں گواہوں کو بلانا فرض ہے جو استغاثہ کے مقدمے پر روشنی ڈالیں گے۔ 1955 کے ایکٹ 26 کے ذریعے ضابطہ اخلاق میں ترمیم سے پہلے مجسٹریٹ کے لیے ضروری تھا کہ وہ تمام اہم گواہوں کے ثبوت ریکارڈ کرے۔ ملزم کو مقدمے کی سماعت میں لانے کے لیے ابتدائی کارروائی میں تاخیر کو کم کرنے کے لیے، مقننہ نے دفعہ 207اے کو نافذ کر کے پراسیکیوٹر کے ذریعے پیش نہ کیے گئے گواہوں کے معائنے کے معاملے میں مجسٹریٹ کو صوابدید عطا کی ہے۔ اس صوابدید کا استعمال عدالتی ہونا چاہیے۔ یہ کسی مقرر کردہ قواعد یا معیار کے تحت نہیں ہونا چاہیے، بلکہ کیس کے حالات کی روشنی میں ایڈجسٹ کیا جانا چاہیے۔ مجسٹریٹ کو دوبارہ پراسیکیوٹر کے رویے سے رہنمائی نہیں کرنی چاہیے۔ اسے یقینا پراسیکیوٹر کے ذریعے گواہوں کے معائنے سے متعلق نمائندگی پر غور کرنا چاہیے لیکن اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ آیا انصاف کے مفاد میں استغاثہ کے لیے کسی ایک یا زیادہ دوسرے گواہوں کا ثبوت لینا ضروری ہے، اسے جرم کی نوعیت اور سنگینی، ملزم کے مفاد اور عوام کے وسیع تر مفاد، اور ملزم کے ذریعے ظاہر کردہ دفاع، اگر کوئی ہو، کا مناسب خیال رکھنا چاہیے۔ مجسٹریٹ جرم کے اصل ارتکاب کے گواہوں کی جانچ پڑتال کرنے میں ناکام رہتا ہے کیونکہ انہیں پیش نہیں کیا جاتا ہے، اس بات پر غور کیے بغیر کہ آیا ہمارے فیصلے میں ایسے گواہوں کی جانچ پڑتال انصاف کے مفاد میں ضروری ہے، فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہتا ہے۔

سری رام بمقابلہ ریاست بمبئی (1) میں اس عدالت کے فیصلے میں کچھ بھی نہیں ہے، جو اس خیال کی حمایت کر سکتا ہے کہ گواہوں کے معائنے کے معاملے میں، خاص طور پر قتل اور مجرمانہ قتل جیسے سنگین الزامات سے متعلق تحقیقات میں، مجسٹریٹ کو پراسیکیوٹر کی رہنمائی حاصل ہونی چاہیے۔ مجسٹریٹ کا فرض ہے کہ وہ ایسے تمام گواہوں کی جانچ کرے جنہیں پراسیکیوٹر مبینہ جرم کے اصل ارتکاب کے گواہ کے طور پر پیش کر سکتا ہے، لیکن اس کا فرض اس طرح کی جانچ کے ساتھ ختم نہیں ہوتا ہے۔ اسے دفعہ 173 میں مذکور دستاویزات، اور گواہوں کی گواہی، اگر کوئی ہو، پراسیکیوٹر کے ذریعہ پیش کردہ اور جانچ پڑتال پر اپنا ذہن لگانا چاہیے، اور اس بات پر غور

کرنا چاہیے کہ آیا انصاف کے مفاد میں دوسرے گواہوں کے شادت ریکارڈ کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ قتل جیسے سنگین جرائم کے الزامات سے متعلق انکوائریوں میں، عام طور پر مجسٹریٹ کو جرم کے اصل ارتکاب کے لیے بنیادی گواہوں کی جانچ پر اصرار کرنا چاہیے۔ گواہوں سے پوچھ گچھ کرنے میں ناکامی صرف غیر معمولی معاملات میں ہی جائز ہو سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجسٹریٹ کو مقدمے کی سماعت کے لیے کسی جرم کے ملزم شخص کا ارتکاب کرنے میں عدالتی کام انجام دینا ہوتا ہے جس کی حتمی مقدمے کی سماعت میں اہم اہمیت ہوتی ہے، اور کارروائی کے ساتھ غلط یا مکینیکل لین دین کو مسترد کیا جانا چاہیے۔

اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور مسترد کر دی جاتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.06.12 11:28
I attest to the accuracy and
integrity of this document